ڈاکٹر طاہر القادری کی تضاد بیانی

بعنوان

قانون ناموس رسالت

مؤلف

محمد عمران عربی

(نائب مفتی دار العلوم محمدیہ غوثیہ)

ادارہ احکام اسلام

0313-2154722 facebook/idara ahkame islam

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : ''ڈاکٹر طاہر القادری کی تضاد بیانی''

مصنف : عبدالمصطفیٰ محمد عمران عربی
(نائب مفتی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ)

سن تحریر : جنوری 2012ء بمطابق صفر المظفر 1433ھ

ناشر : ادارہ احکام اسلام (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ)
0313-2154722

ہدیہ :

ملنے کا پتہ

ادارہ احکام اسلام .... (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سائٹ کراچی)

فہرست

١ ابتدائیہ ۴

٢ توہینِ رسالت کی سزاء ''قتل'' کے بارے میں جاوید احمد غامدی کا نظریہ ١٧

٣ توہینِ رسالت کی سزاء ''قتل'' کے بارے میں ڈاکٹر طاہر القادری کا نظریہ ١٩

۴ توہینِ رسالت کی سزاء ''قتل'' کے بارے میں علماءِ اہلسنّت کا نظریہ ٢٢

۵ علماءِ اہلسنّت اور ڈاکٹر طاہر القادری کے درمیان اختلاف کی اصل وجوہات ٢٢

٦ توہینِ رسالت کی ایک نئی تعریف اور فقہاء کے مسلّمہ اصول سے انحراف ٢۴

٧ فقہاء کی پیش کردہ عبارات میں خیانت اور غلط بیانی کی ایک مثال ٣١

٨ سلمان تاثیر کے اصل موقف کو چھپانے کی کوشش ٣۵

٩ سزائے موت میں شک کرنے والا......کافر ٣٦

١٠ سلمان تاثیر......قادیانیوں کے بارے میں ٣٧

١١ سلمان تاثیر کا قتل......اور اسکا حکم ٣٨

١٢ کیا؟ اسلام دشمن عناصر، مغربیت زدہ ذہن اور اہلِ مغرب کو سزائے موت پر
کوئی اعتراض نہیں؟ ۴٠

١٣ مضحکہ خیز تضاد بیانی ۴۴

١۴ غازی ممتاز قادری کی کردار کشی ۴٦

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

ابتدائیہ

بدقسمتی سے پاکستان مذہبی، سیاسی اور لسانی فسادات کی لپیٹ میں اکثر و بیشتر گھرا رہتا ہے۔اور مذہب و سیاست کے نام پر قتل و غارت گری کا جو بازار گرم نظر آتا ہے، اس کا سب سے بڑا سبب ہماری نظر میں پاکستانی میڈیا ہے جو عرصۂ دراز سے آزادیٔ صحافت کے نام پر غیر محسوس انداز میں سیاسی، مذہبی اور لسانی فسادات کرانے میں پیش پیش ہے۔اسے اپنے چینل کا پیٹ بھرنے کیلئے کوئی بھی خبر چاہیے، چاہے وہ جھوٹی ہو یا سچی۔مہذب ہو یا غیر مہذب۔ چاہے وہ خبر کسی فرد اور قوم کے اندر آگ ہی کیوں نہ لگا دے، اسے صرف Negative خبر چاہیے جس کے سبب پاکستان میں قتل، مارکٹائی، عام شہریوں کے املاک کی تباہی اور آگ کے شعلے ہی دکھائی دیں۔اور شاید یہ سب کچھ مغربی دنیا کے اشارے پر کیا جا رہا ہے۔

یہود و نصاریٰ اور لادینی قوتوں کے اشارے پر حساس مذہبی امور پر بحث ومباحثہ کرایا جاتا ہے اور سیکولر ذہنیت کے حامل اشخاص کو پورا پورا وقت دیگر مسلمانوں کے مسلّمہ مذہبی عقائد و نظریات کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرکے ان کے دلوں میں بے دینی اور اسلام سے نفرت کا بیج بویا جا رہا ہے۔یہود و نصاری ہمیشہ سے اسلام اور

بانیٔ اسلام کی دشمنی میں شب و روز پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔ کبھی توہین آمیز خاکے اور گستاخانہ فلم بنا کر مسلمانوں کے دلوں کو دکھایا جاتا ہے تو کبھی توہینِ قرآنِ مجید کا عالمی دن منا کر انکے جذبات سے کھیلا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت عرصۂ دراز سے جاری ہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول (ﷺ) کی جگہ، فحاشی و بے حیائی کو فروغ دینے میں ہمارا میڈیا، یہود و نصاریٰ کی معاونت میں پیش پیش نظر آتا ہے۔

پاکستان میں فحاشی و بے حیائی کو فروغ دینے کیلئے یہود و نصاریٰ کے ایماء پر ۲۰۰۶ء میں ایک بل بعنوان ''حقوقِ نسواں'' پیش کیا گیا، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ رجم اور سو (۱۰۰) کوڑوں کی سزا کو آئینِ پاکستان سے خارج کر دیا جائے یا پھر اس میں ترمیم کر دی جائے۔ اس پر علماء اسلام نے حکومت کے اعلیٰ حکام کو سمجھایا اور گائیڈ کرنے کی کوشش کی کہ

> ''یہ سزا عین اسلامی سزا ہے اس کا ثبوت قرآن اور حدیثِ متواترہ سے ہے جسکا انکار کفر ہے۔ اور آئینِ پاکستان کے مطابق کوئی قانون بھی قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جاسکتا۔ حتیٰ کہ اس سزا میں کسی صورت ترمیم، یا ایسا پروسیجر جس کے سبب یہ قانون غیر مؤثر ہو جائے، جائز نہیں۔ اور اگر اس سزا کو ختم یا غیر مؤثر کر دیا گیا تو پھر فحاشی و بے حیائی عام ہو جائے گی''۔

اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان، جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے تفصیلاً ایک فتویٰ بھی دیا تھا جو اُن دنوں اخبارات میں شائع ہوا، جسے انکی کتاب ''تفہیم

المسائل‘‘ میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے، جس کا ابتدائی اقتباس درج ذیل ہے، آپ لکھتے ہیں:

’’پاکستان کی پارلیمنٹ نے جو تحفظ خواتین بل 2006ء منظور کیا ہے، وہ اپنے مقاصد، مابعد مرتَّب ہونے والے اثرات و نتائج اور متن کے اعتبار سے قرآن و سنت اور مقاصد شریعت کے منافی ہے۔ چونکہ آئین، پارلیمنٹ کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ قانون سازی قرآن و سنت کے مطابق ہو، لہٰذا یہ اصولی طور پر آئین کے بھی منافی ہے اور قراردادِ مقاصد کے بھی منافی ہے، جسے آئین کا مؤثر حصہ قرار دیا جاچکا ہے‘‘۔

(تفہیم المسائل، ج ۳ ص ۴۶۷)

مگر میڈیا نے عام لوگوں کے ذہن کو پراگندہ کرنے کیلئے پرویزی (منکرین حدیث) سوچ رکھنے والے اور نام نہاد ہیومن رائٹس کے علمبرداروں کے ذریعے اس پر خوب بحث و مباحثہ کرایا۔ علماءِ اسلام کی جانب سے اس کے ثبوت پر مُسکت دلائل پیش کئے گئے۔ مگر یہ کہہ کر اس سزا کو مسترد کردیا گیا کہ ’’یہ انسان کا بنایا ہوا قانون ہے‘‘۔ لہٰذا اس میں ترمیم کی جاسکتی ہے۔ اس پر خوب پرامن احتجاج ہوا، ریلیاں نکالی گئیں۔ مگر افسوس کہ اعلیٰ حکام پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بالآخر آئین پاکستان سے رجم کی اسلامی سزا کو خارج اور کوڑوں کی سزا میں ترمیم کردی گئی۔ جسکے سبب آج پاکستان میں زنا کاری کے اڈوں کو قانونی چھٹی حاصل ہوچکی ہے۔ اور یہ سب کچھ پاکستانی میڈیا ہی کے ذریعے ممکن ہوا۔

لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد......

پارلیمنٹ میں ایک اور بل پیش کیا گیا۔اب کی بار...... یہ بل کوئی عام بل نہ تھا بلکہ اس کا تعلق مسلمانوں کے دین وایمان سے تھا اور ایک مسلمان کیلئے یہ انتہائی حساس مسئلہ تھا۔ابتداء میں تو دبے الفاظ میں یہ کہا گیا کہ

''آئین پاکستان سے توہین رسالت کی سزاءِ قتل کو ختم کر دیا جائے کیونکہ اسکے پروسیجر لاء میں نرمی کی وجہ سے کسی بے قصور شخص پر توہینِ رسالت کا الزام لگا کر اسے قتل کرا دیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس سزا کو ہی ختم کر دینا مناسب ہے''۔

پاکستانی میڈیا نے اپنی سابقہ روش کے مطابق اس پر بھی بحث ومباحثہ کا ایک بار پھر دروازہ کھول دیا اور ہر ایک شخص کو اس موضوع پر طبع آزمائی کا موقع دیا۔علماءِ اسلام نے اس بار انھیں اس انداز سے سمجھایا کہ

''یہ ایک انتہائی حساس موضوع ہے اور مسلمانوں کے دین وایمان کا مسئلہ ہے، اسے میڈیا کی زینت نہ بنایا جائے۔اور کوئی مسلمان بھی اس کو کسی طرح قبول نہیں کرسکتا۔کیونکہ اگر اس سزا کو خارج از آئین کر دیا گیا، یا موت کے علاوہ کوئی ہلکی اور معمولی سزا مقرر کی گئی،تو بد باطن لوگوں کو حوصلہ حاصل ہو جائے گا اور پھر توہین آمیز خاکوں اور توہینِ قرآن جیسے اقدامات صرف یورپ اور مغربی دنیا تک محدود نہ رہیں گے بلکہ اسلامی ممالک بھی اس کی آماجگاہ بن جائیں گے۔جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان غیرتِ دینی کی وجہ سے اسے برداشت نہ کر پائیں گے اور قانون اپنے ہاتھ میں لے لیں گے اور یہ ملک کی سلامتی اور بقاء کیلئے انتہائی خطرناک ہے۔ جہاں تک

پروسیجر لاء کی بات ہے تو اس میں گفتگو اور ترمیم کی گنجائش ہے مگر وہ بھی اس شرط پر کہ ناموسِ رسالت کی سزا کا قانون غیر مؤثر نہ ہونے پائے‘‘۔

میڈیا اور حکومتی اداروں نے علماءِ اسلام کی اِن تنبیہات اور مسلمانوں کے احساسات کی پرواہ کئے بغیر اس بحث کو مزید طول دیا، شاید یہ سوچ کر کہ چند دن یہ لوگ احتجاج کریں گے اور پھر خاموش ہو جائیں گے اور جس طرح رجم کی سزا خارج از آئین ہو چکی ہے، ایک بار پھر اس سزا کو بھی آئین پاکستان سے خارج کر دیا جائے گا اور یوں ہم اپنے مغربی آقاؤں کو اپنی غلامی کا ثبوت دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں کیونکہ یورپ کے مفادات میں ہمارے مفادات پنہاں ہیں کہ یورپین ممالک میں ہمیں بھی Economic انٹری کا موقع مل جائے گا اور یوں یورپین مراعات کے ہم بھی حصہ دار بن جائیں گے۔

اس حوالے سے پاکستانی میڈیا نے عام مسلمانوں کے ذہن کو توڑنے کیلئے منکرِ حدیث ’’جاوید احمد غامدی‘‘ کا سہارا لیا کہ جس نے صراحتاً توہین رسالت کی اس سزاءِ قتل کو ہی ناجائز اور غیر اسلامی قرار دے دیا۔ اور یہ کہا کہ یہ انسان کا بنایا ہوا قانون ہے اور اس میں تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔

جاوید احمد غامدی نے قرآن وسنت اور اجماعِ صحابہ کے دلائل کو اپنی خود ساختہ تاویلات کے ذریعے نظر انداز کر دیا۔ اور ۱۴ سو سالہ ائمہ مجتہدین کے مؤقف کو یہ کہہ کر ردّ کر دیا کہ وہ بھی انسان ہی تھے۔ لیکن شاید غامدی صاحب یہ کہتے ہوئے اپنے آپکو ہو سکتا ہے کہ خدا ‘ سمجھ بیٹھے ہوں اور یہ بھول گئے ہوں کہ وہ بھی تو ایک انسان ہی ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ۱۴ سو سالہ مسلّم ائمہ مجتہدین کی آراء کو محض انسان ہونے کے ناطے

مسترد کر دیا جائے اور غامدی صاحب کی اپنی خودساختہ منفرد رائے کو فوقیت حاصل ہو جائے! البتہ یہ بات غامدی صاحب کو ضرور تسلیم ہوگی کہ ان کا علم یقیناً ’’رازی و غزالی‘‘ کے برابر تو درکنار انکی خاک کو بھی نہیں پہنچتا۔ تو ان تمام ائمہ مجتہدین کے مقابلے میں صرف انکی رائے کیسے لائقِ قبول ہوسکتی ہے؟ لہٰذا کسی فردِ واحد کی رائے کو جمہور ائمہ اسلام کے تفقُّہ اور تدبُّرِ دینی پر فوقیت وترجیح دینا، یقیناً جمہوریت کا خون ہے۔ مگر اس مقام پر تو جمہوریت پسند افراد کا طرزِ عمل یہ نظر آتا ہے کہ ؎

میٹھا میٹھا ہپ ہپ   کڑوا کڑوا تھو تھو

الغرض! جاوید احمد غامدی کے اس طرزِ بیان سے بعض ٹی وی اینکرز اور یورپ کے ٹکڑوں پر پلنے والی ہیومن رائٹس کی تنظیموں کو کافی حوصلہ ملا اور انہوں نے بھی اس سزا کو غیر اسلامی کہنا شروع کر دیا۔ مگر ان تمام لوگوں کو مزید قوت اور حوصلہ اس وقت حاصل ہوا جب ملک کے ایک آئینی سربراہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے اپنے ہی ملک کے قانون کو پارلیمنٹ میں نہیں بلکہ سڑکوں، سیمیناروں اور میڈیا پر چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ اور اس حد تک کہہ گذرے کہ یہ قتل کی سزا ایک ظالم سزا اور کالا قانون ہے۔

نامور علماء اہلسنّت نے اعلیٰ حکام کو بارہا یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ

> ’’بحیثیت گورنر پنجاب، سلمان تاثیر کو ان کے اس جارحانہ طرزِ عمل سے روکا جائے اور ان کا نوٹس لیا جائے کیونکہ ان کے اس رویے سے ملک میں انارکی پھیل رہی ہے۔ اور میڈیا پر بھی پابندی عائد کی جائے کہ وہ اس طرح کے TalkShow پیش کر کے مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کرنے کی کوشش نہ کرے، یہ انتہائی حساس مسئلہ ہے اور اس سزا کے بارے میں

کوئی دو (۲) رائے نہیں ہیں۔ لہٰذا اسے غیر اسلامی یا انسان کا بنایا ہوا قانون کہنا انتہائی سنگین خطاء ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت قرآن وسنت، اجماعِ صحابہ اور ائمہ مجتہدین کی تحریرات سے بالکل واضح ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے اور اسکی توبہ بھی عندالقاضی مقبول نہیں۔ لہٰذا ان شرعی دلائل کو جاننے کے بعد، اس سزا کو ''کالا قانون'' کہنا شریعتِ اسلامی پر اعتراض کرنا ہے اور یہ یقیناً کفر ہے''۔

مگر اس کے جواب میں سلمان تاثیر کا کہنا یہ تھا کہ ہم تو ضیاء الحق کے بنائے ہوئے قانون کی بات کر رہے ہیں۔ اور یہی منافقانہ رویہ میڈیا کا بھی تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ تم اس سزا کو ختم کرنا کیوں چاہتے ہو، اس سے تو مزید اس جرم میں اضافہ ہوگا۔ تو یہی جواب ہوتا کہ ہم تو پروسیجر لاء کی تبدیلی کی بات کر رہے ہیں۔ الغرض علماء اہلسنّت اور عوام اہلسنّت نے پر امن احتجاج اور ریلیوں کے ذریعے بھی انھیں سمجھانے اور باز رہنے کی کوششیں کیں مگر یہ باز نہ آئے۔

پھر کیا تھا......ایک مسلمان آخر یہ کب برداشت کر سکتا تھا کہ ایک اسلامی ملک کے اندر ہی اسکے نبی (ﷺ) کی عزت وعظمت کے تحفظ کیلئے بنایا گیا قانون ختم کر کے سلمان رشدی جیسے ملعون لوگوں کو پیدا ہونے کا موقع دیا جائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ''غازی عبدالقیوم'' اور ''غازی علم دین شہید'' جیسے لوگ ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں کہ جنھوں نے آزادئ صحافت کے نام پر عظمتِ رسول پر حملہ کرنے والوں کو وہ عبرتناک سبق سکھایا کہ جس کا اثر آج بھی محسوس کیا جاتا ہے۔

لہٰذا ایک مردِ مجاہد نے غازی عبدالقیوم اور علم دین شہید کی یاد تازہ کرنے کی ٹھانی

اور اپنے گھر بار، والدین، بیوی بچوں کی پرواہ کئے بغیر گورنر پنجاب کی حفاظت کے مقابلے میں، اپنے نبی (ﷺ) کی عزت وعظمت کی حفاظت کو ترجیح دی۔ اور گویا گورنر پنجاب کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ

> ''تو اس ملک کے آئین کا محافظ تھا اس لئے میں تیرا محافظ تھا۔ مگر جب تو نے اس آئین میں موجود ناموسِ رسالت کے قانون کو'' کالا قانون'' کہا تو تیری حفاظت کا ذمہ مجھ پر سے اٹھ گیا تھا کیونکہ میں اس ملک اور اسکے آئین کا محافظ ہوں''۔ (یقیناً یہ ممتاز کردار، غازی ممتاز قادری ہی کے حصے میں آنا تھا)۔

مغربی اخبارات نے غازی ممتاز قادری کے اس اقدام کو لبرل وسیکولرز لوگوں کیلئے ''شٹ اَپ'' کی کال سے تعبیر کیا۔ سلمان تاثیر کا قتل قادیانی اور عیسائی مشنریز کیلئے ایک بہت بڑا دھچکہ ثابت ہوا۔ نیز سلمان تاثیر کیلئے چرچ اور گرجا گھروں اور قادیانی عبادت گاہوں میں دعائیہ تقریبات منعقد کی گئیں۔ ''واشنگٹن پوسٹ'' نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ ممتاز قادری کے اس اقدام کے بعد میڈیا پر مذہبی حساس نوعیت کے بیانات سے گریز شروع کر دیا گیا۔

مغربی دنیا کے یہ اعترافات اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کیساتھ لبرلز وسیکولرز، یہود ونصاری اور قادیانی جماعت کے کیا کچھ عزائم وابستہ تھے کہ جنہیں غازی ممتاز قادری نے خاک میں ملا کر رکھ دیا، یہی وجہ تھی کہ انہیں اس قتل سے شدید صدمہ پہنچا۔

غازی ممتاز قادری نے کسی بے قصور ناحق انسانی جان کو قتل نہیں کیا، بلکہ ایک ایسی

گندی سوچ کو اس کے ساتھ قبر میں ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا جس کو یہود و نصاری اور لادینی قوتیں رات دن پروان چڑھانے میں مصروفِ عمل ہیں۔سلمان تاثیر کا قتل ایک بے قصور فرد کا قتل نہیں تھا بلکہ لادینی قوتوں کو ''شٹ اَپ'' کی کال دے کر یہ سمجھا دیا گیا کہ ۔

بتلا دو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے
دین پہ مرمٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

غازی ممتاز قادری کے اس اقدام کو عام مسلمانوں نے پذیرائی کی نگاہ سے دیکھا۔پاکستان کی وکلاء برادری نے غازی پر پھول نچھاور کئے اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔وکلاء یہ کہتے ہوئے بھی نظر آئے کہ ہم غازی کا کیس بلا معاوضہ لڑیں گے بلکہ یہ ہمارے لئے عین سعادت ہوگی۔

یاد رہے کہ کسی بے قصور کافر کو بھی اگر ظلماً قتل کیا جائے تو کوئی انسان حتی کہ مسلمان بھی فطرتاً خوش نہیں ہوتا،تو آخر کیا وجہ تھی کہ سلمان تاثیر کے قتل سے عام مسلمانوں کی اکثریت کو کوئی دکھ نہ پہنچا۔بلکہ نمازِ جنازہ پڑھنے سے بھی گریز کیا جانے لگا؟ یہ Silent Message تھا اس بات کے اظہار کا کہ سلمان تاثیر کے اس طرزِ عمل سے حساس مسلمانوں کے دل یقیناً گھائل تھے،گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے کاندھوں پر جو بوجھ تھا وہ علم دین شہید کی طرح آج غازی نے اتار دیا۔

لیکن معاملہ یہیں پر بس نہ ہوا بلکہ میڈیا نے اپنی بے غیرتی اور منافقت کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے اور مغربی دنیا کے کھائے ہوئے ٹکڑوں کی وفاداری کا احساس دلاتے ہوئے یہ منافقانہ چال چلی کہ غازی کے اس کردار کو مجروح اور مسخ کرنے کی

کوششوں میں مصروف ہوگئے۔اوراس کام کیلئے انھیں ضرورت تھی ایسے لوگوں کی کہ جنہیں دینی حوالے سے سنا جاتا ہواور یہود ونصاری کی طرف ان کا جھکاؤ بھی نظر آتا ہو۔تاکہ ناموسِ رسالت کا یہ مسئلہ جس میں تمام امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے،اس میں بھی اختلاف پیدا کر کے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور پھر انھیں غازی ممتاز قادری کی سزا کو یقینی بنانے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

یقیناً یہ کام اس پرفتن دور میں کوئی مشکل بھی نہ تھا کہ ایسے شخص کی تلاش ناممکن ہو کہ جو اپنے اندازِ بیاں سے حلال کو حرام، یا حرام کو حلال کر دکھائے۔کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر بنا ڈالے۔متفق علیہ مسئلہ کو مختلف فیہ میں تبدیل کر دے۔فقہاءِ اسلام کی عبارتوں میں یہ خیال کئے بغیر کہ اس کا تعلق اگلے یا پچھلے کس کلام سے ہے یا جانتے بوجھتے غلط ترجمہ ومفہوم پیش کر کے امتِ مسلمہ کو تذبذب اور شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے ان کے درمیان انتشار پیدا کر دے اور یوں مغربی دنیا کی اس ناپاک کوشش کو کامیاب بنانے میں امداد فراہم کی جائے کہ وہ غازی کو سزا دلوانے میں کامیاب ہوجائیں۔

لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد......

فضاء میں یہ آواز گونجی کہ ایک مشہور عالم دین نے ARY News پر انٹرویو دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ”غازی ممتاز قادری قاتل ہے اور اسے سزا ضرور ملنی چاہیے۔سلمان تاثیر بے قصور تھا اس نے ناموسِ رسالت کے قانون کو کالا قانون نہیں کہا تھا بلکہ پروسیجر لاء کو کالا قانون کہا تھا“۔

اس بیان سے ہر مسلمان کی طرح ہمیں بھی سخت حیرت ہوئی کہ اس نازک

حالات میں اس طرح بغیر دلائل کے بیان دے دینا، یقیناً اُن اسلام دشمن عناصر کو تقویت دینے کے مترادف ہے جو اسلامی حدود پر آئے دن اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور اس لبرلز وسیکولرز طبقہ کو بھی مدد حاصل ہوگی کہ جو پہلے ہی سے اس موقع کی تلاش میں تھے۔ مگر ہماری حیرت کی انتہاء اس وقت ہوئی جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ بیان دینے والا کوئی عام شخص نہیں تھا، بلکہ میڈیا پر سنا جانے والا ایک بہترین مقرر ہے، جسے لوگ ''ڈاکٹر طاہر القادری'' کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔

اس بیان کے بعد علماءِ اہلسنّت کی جانب سے شدید ردِّعمل سامنے آیا اور یہ کہا گیا کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے انتہائی غیرمحتاط بیان دیا ہے جو کہ اسلامی نظریہ کے بالکل خلاف ہے۔

اسکے جواب میں ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے تقریباً 13 گھنٹے پر مشتمل کئی نشست میں اس بات کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی کہ توہینِ رسالت کی سزا کیا ہے اور کوئی شخص گستاخِ رسول کب ہوتا ہے۔ اور کیا سلمان تاثیر گستاخ بنتا بھی ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر طاہر القادری کے اس بیان کے بعد......

علماءِ اہلسنّت نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے اس خطاب پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ کہا، اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

ا......ڈاکٹر طاہر القادری نے اس خطاب میں جو دلائل پیش کئے ان کے حوالوں میں کئی غلطیاں کی گئیں اور خیانت سے کام لیا گیا۔

۲......فقہاء نے جس قول اور فعل کو گستاخی اور کفر قرار دیا تھا، ڈاکٹر طاہر

القادری نے فقہاء کی ان عبارتوں میں خیانت اور غلط بیانی کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ گستاخی اور کفر نہیں ہے۔

۳......ڈاکٹر طاہرالقادری نے اپنے اس خطاب میں توہینِ رسالت کی ایک نئ تعریف گھڑی ہے کہ جس کے سبب وہ اقوال و افعال جسے فقہاء نے گستاخی قرار دیا ہے، طاہرالقادری کی اس نئ تعریف کی وجہ سے وہ گستاخی نہیں بنتے۔

۴......طاہر القادری کے اس خطاب سے لوگ توہینِ رسالت پر جری ہوجائیں گے کیونکہ وہ تمام اقول اور افعال جسے فقہاء نے کفر قرار دیا، طاہر القادری نے اسے گستاخی سے خارج کر دیا ہے۔

۵......ڈاکٹر طاہرالقادری نے اس خطاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سلمان تاثیر نے توہینِ رسالت کی سزاءِ موت کو ''کالا قانون'' نہیں کہا تھا، بلکہ اس نے ''پروسیجرل لاء'' کو ''کالا قانون'' کہا تھا۔

۶......ڈاکٹر طاہرالقادری نے ۱۹۸۵ء میں ''تحفظ ناموسِ رسالت'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انھوں نے وہی مؤقف اختیار کیا تھا کہ جو آج بھی تمام علماءِ اہلسنّت کا ہے۔جبکہ اپنے اس خطاب میں انھوں نے اپنی ہی لکھی ہوئی کتاب سے انحراف کیا ہے......آخر کیوں؟

ناظرین! اس حوالے سے ہم نے غیر جانب دار ہوکر علماءِ اہلسنّت اور ڈاکٹر طاہر القادری کے مؤقف کو بڑے ٹھنڈے دل اور غور وخوض سے دیکھا۔ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی کتاب ''تحفظ ناموسِ رسالت'' کا بھی بغور مطالعہ

کیا۔ نیز طاہر القادری صاحب کے تقریباً 13 گھنٹے کے خطاب کو بھی بڑی توجہ سے بار بار سُنا۔ نیز اس حوالے سے سلمان تاثیر کے تقریباً تمام ہی بیانات کو ہم نے پڑھا اور سُنا کہ آیا اس نے توہینِ رسالت کی سزا کو ''کالا قانون'' کہا تھا یا کہ ''پروسیجر لاء'' کو کالا قانون کہا تھا۔ نیز علماءِ اہلسنّت نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی جن جن غلطیوں کی نشاندہی کی تھی، ہم نے اس کو بھی اصل کتب سے تلاش کر کے دیکھ لیا ہے۔

اب ہم آپکے سامنے ڈاکٹر طاہر القادری کے اس خطاب کو انکی اپنی کتاب ''تحفظ ناموسِ رسالت'' کے تناظر میں پیش کر رہے ہیں تاکہ قارئین خود فیصلہ کرسکیں کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا مؤقف اس حوالے سے کہاں تک درست اور صحیح ہے۔

لیکن سب سے پہلے ہم اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ علماءِ اہلسنّت اور ڈاکٹر طاہر القادری کے مابین اختلاف کن باتوں میں ہے تاکہ خلطِ مبحث نہ ہو۔ اور ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت ہو جائے کہ جاوید احمد غامدی اور طاہر القادری کے مابین کیا اختلاف ہے تاکہ میڈیا کی منافقت بھی ہر خاص و عام پر خوب واضح ہو جائے۔ لہٰذا ہم اجمالاً ان تمام کے مؤقف کو آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

توہینِ رسالت کی سزاء ''قتل'' کے بارے میں جاوید احمد غامدی کا نظریہ

تعارف: جاوید احمد غامدی کا تعلق اس طبقے سے ہے جو مطلقاً احادیث رسول (ﷺ) کو دلیل و حجت تسلیم ہی نہیں کرتے۔ بلکہ ''حدیث اور سنت'' کی تفریق کر کے حدیثِ رسول (ﷺ) کو ایک تاریخی ذخیرہ سمجھتے ہیں اور اسے دین کا ماٗخذ قرار نہیں دیتے۔ گویا کہ غامدی، غیر محسوس انداز میں ایک جدید پرویزی (منکرینِ حدیث) نظریہ کا نام ہے۔ اسی سبب سے وہ کئی احادیثِ متواترہ کا بھی انکار کر بیٹھے ہیں۔ (۱)

سزاءِ قتل کے متعلق نظریہ: جاوید احمدی غامدی کی اس بارے میں گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''یہ سزا غیر اسلامی ہے اور یہ 295-C انسان کا بنایا ہوا قانون ہے۔ قرآن وسنت میں اس قانون کو اس طرح بیان ہی نہیں کیا گیا۔ جو احادیث اس بارے میں پیش کی جاتی ہیں وہ محض واقعات ہیں، ان سے استدلال

(۱)......مثلاً: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ آٹھائے جانے اور قربِ قیامت میں نزول کے متعلق قرآن مجید کی کئی آیات اور متواتر احادیث اس بات کے ثبوت میں موجود ہیں۔ نیز اس پر اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ امت ہے اور کسی مسلمان کا اختلاف نہیں۔ مگر جاوید احمد غامدی ان تمام احادیث متواترہ کا انکار کر کے یہ کہتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام انتقال کر چکے ہیں اور جن روایتوں میں انکے نزول کا ذکر ہے وہ محض قصے کہانیاں ہیں انکی کوئی اصل نہیں۔ نیز اپنی اس خود ساختہ رائے اور قیاس فاسدہ کے مقابلے میں ۱۴ سو سالہ ائمہ اسلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان تمام کو اس بارے میں سخت غلطی واقع ہوئی اور میری رائے درست اور صحیح ہے۔ اس کے علاوہ بھی غامدی صاحب کے کئی خود ساختہ نظریات ہیں جس کی تفصیل مفسرِ قرآن شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ کی تفسیرِ قرآن ''تبیان الفرقان'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

کرنا درست نہیں۔ اور ۱۴ سو سالہ جن ائمہ اسلام نے اس جرم پر قتل کا حکم لگایا ہے انہوں نے دراصل قرآن وسنت کو سمجھا ہی نہیں''۔

توہینِ رسالت کی سزاء ''قتل'' کے بارے میں ڈاکٹر طاہرالقادری کا نظریہ

طاہرالقادری صاحب کا اس بارے میں بالکل واضح مؤقف ہے اور کوئی متضاد رائے نہیں ہے۔ انکی اپنی کتاب اور انکا خطاب باہم متفق ہیں کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کی سزا صرف موت ہے اور اسکی توبہ بھی قبول نہیں۔ نیز مسلم یا غیر مسلم، مرد و عورت کا کوئی استثناء نہیں ہے۔ اور یہ سزا عین قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ اس کو اسلامی سزا نہ ماننے والا کافر ہے، بلکہ جو اس سزا میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

طاہرالقادری صاحب کے اپنے الفاظ جو انھوں اپنے اس خطاب میں کئی مرتبہ دہرائے، وہ یہ ہیں:

۱......جو بھی گستاخئ رسول کا مرتکب ہو، مسلمان ہو یا غیر مسلم، مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یہودی ہو، عیسائی ہو ہندو ہو، کوئی ہو۔ یا مرد ہو یا عورت ہو۔ جو گستاخئ رسول کا مرتکب ہو اسکی سزا قتل ہے۔ اس میں کوئی استثناء نہیں۔

۲......ہر مرتد کیلئے توبہ کی اجازت ہے۔ مگر گستاخِ رسول سے توبہ کا نہیں پوچھا جائے گا۔ اسے سرے اسٹیٹ اوے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر آپ نے توبہ کا راستہ اسکے لئے کھلا چھوڑا تو یہ تو گستاخی کے راستے کھل جائیں گے۔

(Youtube: Gustakh-e-Rasool ki saza (blasphemy Law) ki historical background by Dr Tahir ul Qadri - 2)

۳......گستاخِ رسول کتے سے بھی زیادہ بد بخت اور ملعون ہے اور جہنم کے سب سے گھٹیا درجے کا ایندھن ہے۔تو اس کیلئے کہا گیا کہ واجب القتل ہے۔اس کی سزا قتل ہے۔اس پر اجماع ہے۔کتاب وسنت سے ثابت ہے۔کوئی اختلاف نہیں۔یہ مسلّماتِ دین میں سے ہے۔اصول ہے۔

(Youtube: Tahaffuz e Hurmat e Risalat wa Tahaffuz e Hurmat e Din by Shaykh-ul-Islam Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri - 1)

۴......جہاں تک تعلق ہے گستاخِ رسول کی سزا کا وہ مسئلہ امت مسلمہ میں مختلف فیہ ہے ہی نہیں۔گستاخِ رسول قرآن وسنت کی رو سے،اجماع صحابہ کی رو سے،اور اجماعِ امت کی رو سے کافر ہے۔اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے۔موت ہے۔یہ قرآن وسنت سے طے ہے اور چودہ پندرہ صدیوں سے امت کا اس پر اجماع رہا ہے۔اس پر کوئی دوسرا قول مذاہبِ اسلامیہ میں سے کسی کا نہیں۔لہٰذا گستاخِ رسول کی سزا کا قتل ہونا،سزا کا موت ہونا ایک طے شدہ امر ہے اس میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔(dvd: 1:00:30 clip)

۵......اب جو صورتِ مسئلہ ہے وہ شانِ رسالت کی تنقیص زیرِ موضوع نہیں ہے۔تحفظِ ناموسِ رسالت کا قانون زیرِ موضوع نہیں ہے۔اسکی سزا زیرِ موضوع نہیں۔اس کا کفر زیرِ موضوع نہیں زیرِ بحث نہیں۔یہ سب مسلّمات میں سے ہیں ان میں انکار کرنے والا بھی کافر ہے۔اور شک کرنے والا بھی۔ (dvd: 1:18:08 clip)

تبصرہ:

ڈاکٹر طاہرالقادری کے خطاب کے یہ جملے انتہائی غور طلب ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ توہینِ رسالت کی سزاء ''قتل'' کو جو شخص غیر اسلامی قرار دے یا اس کے اسلامی سزا ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ''جاوید احمدی غامدی'' کافر ٹھہرے کیونکہ غامدی صاحب تو اس سزا کو صراحتاً غیر اسلامی قرار دے چکے ہیں۔ نیز وہ سیاسی لیڈران بشمول سلمان تاثیر اور میڈیا کے وہ افراد کے جن کو غامدی صاحب کے اس بیان سے حوصلہ ملا اور انھوں نے بھی اس سزا کو غیر اسلامی سمجھنا اور کہنا شروع کر دیا اور اس سزا کے اسلامی ہونے میں شک کیا وہ بھی ڈاکٹر طاہرالقادری کے اس خطاب کی رو سے کافر ٹھہرتے ہیں۔ فافہم۔

۞۞۞

توہینِ رسالت کی سزاء ''قتل'' کے بارے میں علماءِ اہلسنّت کا نظریہ

توہینِ رسالت کی سزا ''قتل'' ہونے میں علماءِ اہلسنّت کا نظریہ طاہرالقادری صاحب کے نظریے سے قطعاً مختلف نہیں۔ علماءِ اہلسنّت کا بھی یہی نظریہ ہے کہ گستاخ رسول کی سزا صرف موت ہے اور اسکی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ نیز مسلم، غیر مسلم، مرد اور عورت میں بھی کوئی فرق نہیں۔ چاہے کوئی بھی گستاخی کا مرتکب ہو اسکی سزا صرف قتل ہے۔ اور یہ سزا قرآن وسنت، اجماعِ صحابہ اور اجماعِ امت سے بالکل واضح ہے۔ اور اس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ اور کوئی شخص اس سزا کو ظالم سزا، یا ''کالا قانون'' کہے یا اس سزا کے اسلامی ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

علماءِ اہلسنّت اور ڈاکٹر طاہرالقادری کے درمیان اختلاف کی اصل وجوہات

ناظرین! علماءِ اہلسنّت کو ڈاکٹر طاہرالقادری سے گستاخِ رسول کی سزا کے قتل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے اور توبہ بھی قبول نہیں۔ نیز طاہرالقادری کی کتاب ''تحفظِ ناموسِ رسالت'' جسے انھوں نے ۱۹۸۵ء میں تحریر کیا تھا اس پر بھی اتفاق ہے۔ اختلاف کی اصل وجہ تو ان کا وہ خطاب ہے جس میں انھوں نے اپنے ہی اس تحریر کردہ مؤقف سے انحراف کیا ہے جس کے

سبب توہینِ رسالت کا دروازہ کھلے گا اور لوگ توہینِ رسالت کرنے کے بعد بھی ان کے اس خطاب کی رو سے گستاخِ رسول قرار نہیں پائیں گے اور سزاءِ قتل غیر مؤثر ہو کر رہ جائے گی۔ اس خطاب کے وہ بنیادی امور کہ جن سے علماءِ اہلسنّت کو شدید اختلاف ہے، وہ یہ ہیں:

۱......توہینِ رسالت کی ایک نئی تعریف اور فقہاء کے مسلّمہ اصول سے انحراف۔

۲......فقہاء کی پیش کردہ عبارات میں خیانت اور غلط بیانی۔

۳......سلمان تاثیر کے اصل موقف کو چھپانے کی کوشش۔

۴......غازی ممتاز قادری کی کردارکشی۔

اب مذکورہ بالا امور کو تفصیلاً ملاحظہ فرمالیں:

(۱)

توہینِ رسالت کی ایک نئی تعریف
اور فقہاء کے مسلّمہ اصول سے انحراف

فقہاءِ اسلام کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ جب کوئی قول یا فعل صریح گستاخی ہو تو پھر اس میں نیت اور قصد وارادہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اور قائل یا فاعل کافر ہو جاتا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے اپنے خطاب میں ایک نئی تعریف کر دی اور یہ کہا:

''ایک شکل ہے صرف، جس میں گستاخی رسول کا اور کفر کا قول ہوگا صرف ایک شکل۔ اور وہ یہ کہ اس کا قولِ ظاہر یا فعلِ ظاہر۔ ظاہر کا ایک ایک کلمہ وہ بھی صریح کفر ہو اور قطعی کفر ہو۔ اور اس میں کوئی عدم کفر کا احتمال نہ ہو۔ اتنا کلئیر کٹ صراحتاً اور قطعاً اس نے کلمہ بولا ہو آقا (علیہ السلام) کا نام لے کر گستاخی کا یا قرآن کا یا شریعت کا یا سنت کا نام لیکر اس کو ٹھکرانے کا گستاخی کا کہ صریح ہو اور قطعی ہو اور اس میں کوئی احتمال اور نہ ہو۔ اور اس کے باطن اور قصد میں ارادے میں بھی کوئی، نیت میں بھی کوئی احتمال غیر کفر کا نہ ہو۔ جب ظاہر اور باطن دونوں قطعی اور صریح ہو جائیں کفر پر۔ ظاہر اور باطن دونوں قطعی اور صریح ہو جائیں کفر پر۔ اور احتمال نہ ظاہر میں کوئی اور رہے اور نہ باطن میں کوئی اور رہے۔ تب اس پر حکم تکفیر ہوگا اور اسکو کافر اور مرتد اور گستاخ رسول کہا جائے گا''۔ (dvd: 54:05 clip)

تبصرہ:

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی اس نئی تعریف، جس میں انھوں نے گستاخی ثابت ہونے میں یہ شرط بھی لگادی ہے کہ اس کی نیت میں قطعی طور پر گستاخی اور توہین کا ارادہ بھی ہو تب وہ گستاخی شمار ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ نیتوں کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اگر صریح کلمہ میں ''نیت'' و ''ارادہ'' کو بھی لازم قرار دے دیا جائے تو پھر تو گستاخی کا دروازہ ہی کھل جائے گا اور کوئی شخص صریح توہین کرنے کے بعد بھی یہ کہہ دے گا کہ میری نیت میں گستاخی کا ارادہ نہیں تھا۔ لہٰذا ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی یہ خود ساختہ نئی تعریف، گستاخیِ رسول کرنے والوں کو ایک نیا موقع اور حوصلہ فراہم کرے گی اور پھر گستاخی کا ارتکاب عام ہوتا چلا جائے گا اور لوگ جری ہو جائیں گے اور پھر نبی کریم (ﷺ) کی عزت و ناموس کا معاملہ کھیل بن جائے گا۔ لہٰذا اس غلط تعریف کے سبب لوگ توہین آمیز کلمات کہیں گے اور اسے کفر نہیں سمجھیں گے اور یوں فقہاء کے نزدیک تو وہ لوگ کافر ٹھہریں گے مگر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے نزدیک شاید کافر نہ ہونگے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

نیز ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی اس جدید تعریف سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص صریح الفاظ کے ساتھ نہیں بلکہ اشارات و کنایات میں گستاخی کرے اور اسکی نیت میں بھی گستاخی ثابت ہو جائے تب بھی اسے گستاخِ رسول قرار نہیں دیا جاسکتا اسلئے کہ اس کے الفاظ صریح نہیں ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر طاہر القادری نے گستاخی اور واجب القتل ثابت ہونے کیلئے صرف ایک ہی صورت بیان کی ہے کہ ''گستاخی صریح، قطعی نام لے کر ہو اور نیت میں بھی صراحت اور قطعیت ہو'' اور اس جدید تعریف

کے سبب اشارۃً اور کنایۃً گستاخی کو خارج کر دیا جسے فقہاءِ اسلام نے گستاخی شمار کیا ہے۔ نیز انھوں نے اس جدید تعریف کے سبب اشارۃً اور کنایۃً گستاخی کو خارج کر کے اپنے تحریر کردہ مؤقف سے بھی انحراف کیا کہ جس میں انھوں نے خود اسے گستاخی قرار دیا تھا۔ ملاحظہ ہوں ان کی اپنی تحریرات:

ناظرین! اب ہم آپ کے سامنے ڈاکٹر صاحب کی ۱۹۸۵ء میں لکھی گئی کتاب ''تحفظِ ناموسِ رسالت'' سے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں کہ جس میں انھوں نے اسکے برعکس تعریف تحریر کی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

ا...... ''اگر کسی نے بغیر ارادے کے بھی حضور (ﷺ) کی اہانت وتنقیص کی اور وہ اگرچہ صراحتاً (Expressly) نہ تھی بلکہ اجمالاً (Impliedly) تھی اور اس میں تحقیر وتوہین کا وہم شائبہ پایا جاتا تھا تو اس ذراسی گستاخی و بے ادبی پر بھی اس کے کافر اور واجب القتل ہونے کا ائمہ وفقہاء نے فتوی دیا ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی فرد دانستہ (Intentionally) یا غیر دانستہ (Unintentionally) طور پر گستاخی واہانت رسول (ﷺ) کے جرم کا ارتکاب کرے تو اس کیلئے شریعت نے واجب القتل ہونے کی سزا مقرر کی ہے''۔ (تحفظ ناموسِ رسالت، صفحہ ۱۰۹)

اسی کتاب کے دوسرے مقام پر اس طرح لکھتے ہیں:

''تنقیص وتحقیرِ رسالتمآب (ﷺ) خواہ عمداً ہو خواہ سہواً۔ قصداً ہو یا غیر ارادی طور پر اس کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دینے سے دین وایمان کی بقاء ہے''۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، صفحہ ۹۸)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''گستاخی ہر اس لفظ کے بولنے اور لکھنے سے ہو جائے گی جس کا بولنے اور لکھنے والا اگرچہ گستاخی و بے ادبی کی نیت بھی نہ رکھتا ہو''۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، صفحہ ۹۷)

مزید آگے لکھتے ہیں:

''غرضیکہ محض بطورِ وہم کے بھی جس میں تحقیر اور توہین کا پہلو پایا جائے تو ایسا لفظ شانِ رسالتمآب (ﷺ) میں بولنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس لفظ کے استعمال سے اہانت و توہین اور تنقیص و تحقیر کی نیت بھی نہ رکھتا ہو''۔ (تحفظ ناموسِ رسالت، صفحہ ۹۷)

اسی طرح ایک اور مقام پر یوں لکھتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو اہانت رسول کا دانستہ یا غیر دانستہ، عمداً یا غیر عمداً، ارادے سے یا بغیر ارادہ کے، نیت سے یا بغیر نیت کے غرضیکہ کسی بھی صورت میں ارتکاب کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا''۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، صفحہ ۲۱۵)

ڈاکٹر صاحب اپنی گفتگو کا خلاصہ کلام پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک حضور نبی اکرم (ﷺ) کی ادنٰی سی گستاخی و بے ادبی، توہین و تنقیص، تحقیر و استخفاف خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ، بالفاظ صریح ہو یا بانداز اشارہ و کنایہ، ارادی ہو یا بغیر ارادی، بنیت تحقیر ہو یا بغیر نیت تحقیر، گستاخی کی نیت سے ہو یا بغیر گستاخی کے، حتی کہ وہ محض گستاخی پر دلالت کرے یا وہم گستاخی کا شائبہ ہی یوں پیدا کرے کہ جس سے اہانت و گستاخی

رسالتمآب کا دروازہ کھلتا ہو تو ان سب صورتوں میں گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے والا کافر و مرتد اور واجب القتل ہے"۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، خلاصۂ کلام، صفحہ ۳۴۹)

اب ہم آپ کے سامنے اسی کتاب سے ایک مکمل صفحہ پیش کر رہے ہیں کہ جس میں اس بات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ "حکمِ کفر کا مدار ظاہر پر ہے" اور نیت کا اعتبار نہیں اور اسکے ثبوت میں ڈاکٹر صاحب نے فقہاء کی عبارات بھی پیش کیں ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ شانِ رسالتمآب (ﷺ) میں ادنیٰ سے گستاخی پر حکمِ کفر کے اطلاق کی بنیادی علت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر و لا نظر للمقصود و النیات و لا نظر لقرائن حالہ"	توہین رسالتمآب ﷺ پر حکمِ کفر کا مدار ظاہری الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے ارادہ و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔
(نسیم الریاض شرح الشفاء ۴: ۴۲۶)	

وجہ یہ ہے کہ اگر یہ طریق کار اختیار کیا جائے تو پھر توہین رسالتمآب (ﷺ) کا دروازہ کبھی بھی بند نہیں ہو سکتا۔ یہ رعایت مل جانے پر ہر گستاخ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائے گا کہ میں نے گستاخی رسول (ﷺ) کا کوئی ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی میری ایسی نیت تھی۔ غرضیکہ گستاخی رسول (ﷺ) کے

انسداد کے لئے اور اسے کلیتاً ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی بھی گستاخ رسول (ﷺ) کی نیت اور ارادے وقصد کا اعتبار نہ کیا جائے اور ایسا کلام جو مفہوم توہین میں صریح وواضح ہو اس میں کسی مخفی غرض کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے تاویل وتوجیہہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ **بایں وجہ کہ لفظ صریح میں تاویل قبول ہوتی ہی نہیں**۔ اس نکتے کو امام حبیب بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے یوں واضح کیا ہے:

"لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" (الشفاء ۲:۲۱۷)	لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔

کسی بھی کلام کا توہین صریح پر دال ہونا عرف ومحاورے پر منحصر ہے، عرف عام میں کوئی لفظ برے معنی میں استعمال ہوتا ہو تو اب اس کی لغوی تحقیق کر کے اسے اچھے معنی میں ثابت کرنے کی کوئی تاویل وتوجیہہ، لغو و بے فائدہ ہوگی۔ اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ ہر وہ کلام جس سے عرف ومحاورے میں توہین کے معانی سمجھے جاتے ہیں وہ توہین ہی قرار پائے گی خواہ اس میں ہزارہا تاویلات ہی کیوں نہ کی جائیں سب بے سود ہوں گی کیونکہ عرف اور محاورے کی صریح زبان کو تاویل وتوجیہہ کے قالب میں ڈھالنا سرے سے معتبر ہی نہیں"۔ (تحفظ ناموس رسالت، صفحہ ۲۹۲و۲۹۳)

...... (ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب سے لئے گئے اقتباسات ختم ہوئے) ......

ناظرین! ہم نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب ''تحفظِ ناموسِ رسالت'' سے چند اقتباسات آپ کے سامنے بغیر کمی بیشی کے پیش کر دیئے ہیں۔ اور انکے حالیہ

خطاب کے وہ الفاظ بھی نقل کر دیئے ہیں جس پر علماء اہلسنّت کو شدید اعتراض ہے۔ اگر چہ علماءِ اہلسنّت کو انکی تحریر کردہ اِس مذکورہ کتاب پر کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہی مؤقف آج بھی علماءِ اہلسنّت کا ہے۔ اختلاف تو اس بات پر ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے ۱۹۸۵ء میں اپنے ہی لکھے ہوئے اس مؤقف سے کیوں انحراف کیا؟ اور ایک ایسا نیا مؤقف کیوں اختیار کیا کہ جو قرآن و سنت اور اجماعِ صحابہ اور فقہاء کی عبارات سے بالکل مختلف اور متصادم ہے اور جس کی وجہ سے توہینِ رسالت کا دروازہ کھلنے کا قوی خطرہ موجود ہے۔

۞۞۞

(۲)

فقہاء کی پیش کردہ عبارات میں خیانت اور غلط بیانی کی ایک مثال

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب چونکہ اپنے اس خطاب میں آگے جا کر اپنی مذکورہ خودساختہ توہینِ رسالت کی من گھڑت تعریف پیش کرنا چاہتے تھے اسلئے اس سے پہلے فقہاء کی عبارتوں کو اس انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی کہ فقہاء کی یہ عبارتیں بھی ان کی خودساختہ تعریف کے مطابق ہوجائیں۔ لہٰذا اس سبب سے ڈاکٹر صاحب نے فقہاء کی ان عبارتوں میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے کہیں پر تو فقہاء کی عبارات کے معنی اور مفہوم ہی کو بدل دیا۔ تو کہیں پر سیاق وسباق کا لحاظ کئے بغیر ''صریح کفر'' کو کفر سے خارج کردیا اور فقہاء پر اتہام کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ بات میں نہیں، بلکہ فقہاء کہہ رہے ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر صاحب کی بیان کردہ یہ مثال ملاحظہ فرمائیں:

مثال:

ڈاکٹر صاحب نے علامہ عبدالرحمٰن الجزیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''**الفقہ علی المذاهب الاربعة**'' کا حوالہ دیتے ہوئے جو کچھ کہا ہم آپکے سامنے انکے اپنے الفاظ تحریر کررہے ہیں۔ جو یہ ہیں:

''انھوں نے (یعنی علامہ جزیری رحمۃ اللہ علیہ نے) مثال دی فقہاءِ احناف کی کہ مثلاً اگر کسی شخص نے...... مثال سن لیجئے...... کسی شخص نے اشتعال میں آکر

قرآن مجید کو نوچ لیا۔ اور نوچ کھوچ کر غیض وغضب سے اسکو پھاڑ دیا اور زمین پر پھینک دیا......قرآن مجید کو...... نوچا کھوچا، پھاڑ کے زمین پر پھینک دیا۔ تو اس سے کیا مواخذہ کیا جائے گا؟ فرماتے ہیں کہ محققین حنفیہ اس پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے‘‘۔ (dvd: 1:17:57 clip)

تبصرہ:

ڈاکٹر صاحب نے اس مقام پر بہت بڑی علمی خیانت سے کام لیا ہے، چند اعتبار سے:

ا......یہاں علامہ عبدالرحمٰن الجزیری کا حوالہ دیا اور انکی کتاب بھی سامنے رکھی مگر عربی عبارت مکمل نہیں پڑھی۔ کیونکہ اگر مکمل عبارت بھی پڑھ دیتے تو خیانت ظاہر ہو جاتی۔

۲......پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنی طرف سے ترجمہ کر کے علامہ عبدالرحمٰن الجزیری پر اتہام کیا کہ وہ اس بات کو اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

۳......نیز ڈاکٹر صاحب نے تمام فقہاءِ حنفیہ پر بھی یہی الزام عائد کر دیا کہ انکا بھی یہی مذہب ہے۔ (العیاذ باللہ من ذالک)

اب ہم قارئین کے سامنے اصل عبارت اور اسکا ترجمہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

”وبالجملة فالمحققون من الحنفية صرحوا بأنه لا يجوز تكفير المسلم الا اذا كان لم يمكن تأويل كلامه فلو قال: كلمة تحتمل الايمان من وجه والكفر من وجوه تحتمل على الايمان حتى قالوا: اذا قال كلمة أو عمل يستلزم ظاهره الكفر ولكن وجدت رواية ضعيفة يحمل بها على الايمان لا يصح المبادرة بتكفيره۔

نـعـم اذا فـعـل مـا لا يـمـكـن حمله على الايمان كأن مزق مصحفا وألقاه على الارض لغيظ أو غضب من حالة عصبية وهو مـؤمـن فانه يؤاخذ به مع اعتقاده بالنسبة لزوجته لأن بينونتها منه بـذلك حـق مـن حقوقها ولا يمكن للقاضي أن يدخل الى ما في نفسه بل لا بد من معاملته بظاهر أمره في حق هذه المرأة"۔

......(كتاب النكاح، حكم نكاح المرتد عن دينه من الزوجين، ج٤ ص١٠٧)......

ترجمہ: "حاصل کلام یہ ہے کہ حنفیہ میں سے اہلِ تحقیق نے اس امر کی صراحت کردی ہے کہ جہاں تک کسی شخص کے قول کی تاویل ممکن ہو اس کے کہنے والے کو کافر قرار دینا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی قول ایسا ہو جس میں ایک احتمال ایمان کا ہو اور متعدد احتمال کفر کے ہوں تو ایمان کے احتمال کو اختیار کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی لفظ ایسا کہا یا کوئی بات ایسی کی جو بظاہر مستلزم کفر ہے (یعنی کفر لازم کرتی ہے) لیکن کوئی کمزور روایت بھی ایسی ہے کہ اس کی بناء پر احتمال ایمان کا ہوسکتا ہو تب بھی اسے کافر قرار دینے کی جرأت کرنا درست نہیں ہے۔

البتہ اگر کوئی ایسا فعل ہے جس کا ایمان پر محمول کرنا ممکن ہی نہیں۔ مثلاً: کسی نے تعصب میں آکر قرآن حکیم کو نوچ کھوچ کر غیظ وغضب کے ساتھ زمین پر پھینک دیا حالانکہ وہ مسلمان ہے تو اس بارے میں اس سے مواخذہ کیا جائے گا اگرچہ اس کا یہ اعتقاد ہو کہ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلی۔ تاہم اس حرکت سے اس کی بیوی کا بائنہ (یعنی نکاح سے جدا) ہو جانا اس عورت کے حق سے تعلق رکھتا ہے۔ اور قاضی کیلئے ممکن نہیں کہ وہ اس کے

دل میں گھس کر فیصلہ کرے۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کے ظاہر حالات کو دیکھ کر معاملہ کا فیصلہ اس عورت کے حق میں کر دے۔ (یعنی عورت کو اس کے نکاح سے جدا کر دے)''۔

ناظرین! جو لوگ معمولی عربی بھی جانتے ہیں وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ''ما لا یمکن حمله علی الایمان'' کا ترجمہ اور مفہوم کیا ہے؟ یقیناً ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس کا ترجمہ یہی کرے گا کہ ''جس فعل کو ایمان پر محمول کرنا ممکن ہی نہیں''۔

پھر اس کے بعد علامہ عبدالرحمٰن الجزیری نے یہ مثال دی کہ قرآن مجید کو (معاذ اللہ) غیض وغضب کی حالت میں پھاڑ کر زمین پر پھینک دینا اسکے مرتد اور کافر ہونے کی علامت ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اس کی عورت بائنہ ہو جائے گی اور اسکے نکاح سے نکل جائے گی۔ بلکہ علامہ جزیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ باب باندھا: ''حکم نکاح المرتد عن دینه من الزوجین'' یعنی مرتد کے نکاح کا بیان۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری تو اس بارے میں لکھ رہے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسا فعل کرے کہ اسکے اس فعل میں کسی قسم کی تاویل کا امکان تک باقی نہ رہے اور اس فعل سے وہ کافر و مرتد ہو جائے اور اسکی عورت نکاح سے نکل جائے اور اسکی نیت کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا، اسکی مثال یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے ساتھ اس قسم کی حرکت کرے۔

جبکہ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کیجئے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو منہ دکھانا ہے، کیا یہ علمی خیانت اور بددیانتی کا کھلا ہوا ثبوت نہیں ہے؟

(۳)
سلمان تاثیر کے اصل موقف کو چھپانے کی کوشش

ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب نے اپنے خطاب میں جس طرح توہین رسالت کی تعریف پیش کرنے میں خیانت سے کام لیا، اسی طرح گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے مؤقف کو بھی چھپانے کی کوشش کی اور یہ باور کرانا چاہا کہ گورنر پنجاب نے ناموسِ رسالت کی سزا یعنی ''سزاءِ موت'' کو کالا قانون نہیں کہا تھا بلکہ اس نے ''پروسیجر لاء'' کو ''کالا قانون'' کہا تھا۔ اور اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے گورنر پنجاب کے کچھ بیانات پڑھ کر سنائے اور یہ کہا کہ ''میں نے آپ کے سامنے اسکے تمام بیانات اور Statement پڑھ کر سنا دیئے ہیں۔ اسکے علاوہ اسکا اور کوئی بیان نہیں ہے''۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے شیخوپورہ جیل کا بیان کہ جس میں گورنر نے صراحتاً سزاءِ موت کو کالا قانون کہا تھا، پڑھ کر نہیں سنایا، البتہ دبے الفاظ میں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شیخوپورہ جیل میں بھی اسی طرح کا بیان ہے۔ چنانچہ گورنر پنجاب کا اصل بیان ملاحظہ ہو:

> ''میں آیا ہوں یہاں آسیہ بی بی کو ملنے کیلئے اور یہ ڈیڑھ سال جیل رہی ہے اور ان کو <u>سزا</u> سنا دی گئی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ ایک **<u>بڑی سخت اور ظالمانہ سزا</u>** ہے۔ اور انھوں نے اپیل درج کی ہے صدر پاکستان کو آصف علی زرداری صاحب کہ ان کی <u>سزا</u> معاف کی جائے۔............صدر صاحب **<u>انسانیت</u>** کے تقاضوں کے مطابق وہ انکی <u>سزا</u> معاف کریں گے۔............

قائداعظم محمد علی جناح کا جو پاکستان ہے اس میں ایسا قانون نہیں تھا اور کبھی نہیں ہوسکتا تھا اور اس طرح کی **ظالم سزا**۔............اور اسلئے یہ جوان کو **سزا** سنادی گئی ہے میں سمجھتا ہوں **یہ انسانیت کے خلاف ہے**۔............اسلئے یہ اپیل انھوں نے کی ہے اور ان کی **سزا** معاف کی جائے گی۔............**اس میں مذہب کا تعلق نہیں ہے ہم انسانی طور پر بات کر رہے ہیں اس میں مذہب کو لانا نہیں چاہتے۔**

(Governor Punjab-Aasia Bibi Press Conference - YouTube.flv)

ناظرین! مذکورہ بیان میں گورنر پنجاب نے ''پروسیجر لاء'' کا نام تک نہیں لیا بلکہ چھ مرتبہ سزا کا لفظ کہا اور اس سزاءِ موت کو ظالمانہ اور انسانیت کے خلاف قرار دیا۔ اور یہ بھی کہا کہ ''اس میں ہم مذہب کو لانا نہیں چاہتے'' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ گورنر پنجاب نے مذہب کا نام لیکر اس سزا کو مسترد کیا اور پھر اس سزا کو مذہب کے مقابلہ میں انسانیت کے خلاف قرار دیا۔

اور گورنر کا یہ کہنا ''قائداعظم محمد علی جناح کا جو پاکستان ہے اس میں ایسا **قانون** نہیں تھا اور کبھی نہیں ہوسکتا تھا اور اس طرح کی **ظالم سزا**۔'' واضح کرتا ہے کہ گورنر نے پروسیجر لاء اور سزاءِ موت دونوں ہی کو مسترد کیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس نے صرف پروسیجر لاء کو کالا قانون کہا تھا، دھوکہ اور مغالطہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔

سزائے موت میں شک کرنے والا......کافر

نیز سزاءِ موت کو اگر کوئی کالا قانون کہے یا اس میں شک کرے تو ڈاکٹر صاحب کے نزدیک بھی ایسا شخص کافر ہوجائے گا۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب خود اپنے خطاب میں

کہہ چکے ہیں کہ:

ا......''گستاخِ رسول کی سزا کا قتل ہونا، سزا کا موت ہونا ایک طے شدہ امر ہے اس میں شک کرنے والا بھی کافر ہے''۔ (dvd: 1:00:30 clip)

۲......''تحفظَ ناموسِ رسالت کا قانون زیرِ موضوع نہیں ہے۔ اسکی سزا زیرِ موضوع نہیں۔ اس کا کفر زیرِ موضوع نہیں زیرِ بحث نہیں۔ یہ سب مسلّمات میں سے ہیں ان میں انکار کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور شک کرنے والا بھی''۔ (dvd: 1:18:08 clip)

سلمان تاثیر......قادیانیوں کے بارے میں

یاد رہے کہ گورنر پنجاب سے جب قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو گورنر نے اسکے جواب میں بھی یہی کہا کہ ''یہ بھی انسان کا بنایا ہوا قانون ہے''۔ **(Samaa TV Meher Bokhari Murdered Salman Taseer - Part 1 - YouTube)**

نیز گورنر کی بیٹی شہر بانو تاثیر کا یہ بیان بھی ملاحظہ ہو:

''میرے والد احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی شک کے مخالف تھے''۔ (روزنامہ جنگ، ۱۱ر جنوری ۲۰۱۱ء)

اب ذرا لگے ہاتھوں ڈاکٹر صاحب ہی سے ایسے شخص کے بارے میں سنئے کہ جو قادیانیوں کو کافر نہیں سمجھتا۔ چنانچہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب ''عقیدۂ ختم نبوت'' میں مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریات ذکر کرنے کے بعد لکھا:

(ا)......''خود مرزا صاحب اور ان کے پیروکار ضروریات دین کے انکار کے باعث دائرۂ اسلام سے نکل گئے۔ مسلمان فقط وہ ہے جو ضروریات

دین کو تمام تر لوازم وشرائط کے ساتھ مانتا ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہے..........سو مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں کے کافر ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں رہ جاتا''۔

(کتاب عقیدۂ ختم نبوت، ص۶۴۰)

(۲)......''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا اسلام اور اہلِ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ ایک الگ مذہب کے پیروکار ہیں جو سراسر کذب وکفریہ کلمات کا پلندہ ہے۔..........خود مرزا صاحب اور ان کے تمام پیروکار اپنے کفر والحاد سے مملو عقائد کے باعث قرآن وسنت اور اجماع امت کی رو سے کافر قرار پائے''۔ (کتاب عقیدۂ ختم نبوت، ص۷۰۴،۷۰۵)

(۳)......''اس سے یہ بات بلا شک وشبہ ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ تمام عبارات مرزا غلام احمد قادیانی، ان کے جانشینوں اور پیروکاروں کے واضح کفریہ عقائد پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر پھر بھی کوئی ان کے کفر میں شک کرے تو پھر اس کے اپنے کافر ہونے میں رتی بھر احتمال کی گنجائش نہیں رہتی''۔(کتاب عقیدۂ ختم نبوت، ص۶۷۸)

سلمان تاثیر کا قتل......اور اس کا حکم

ان شواہد سے واضح ہوا کہ سلمان تاثیر نے جس طرح توہینِ رسالت کی سزاءِ موت کو کالا قانون کہا تھا۔ اسی طرح قادیانیوں کے غیر مسلم قرار دیئے جانے پر بھی وہ راضی نہ تھا۔ اور ایسے شخص کے متعلق خود ڈاکٹر صاحب تصریح کر چکے ہیں کہ جو توہینِ رسالت کی سزا کے قتل ہونے اور قادیانیوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر

ہو جاتا ہے۔لہٰذا ممتاز قادری نے کسی بے قصور جان کو قتل نہیں کیا بلکہ ایک ایسے مباح الدم کو قتل کیا کہ جس کو قتل کرنا اور سزا دینا اسلامی حکومت پر لازم تھا۔

۞۞۞

کیا؟
اسلام دشمن عناصر، مغربیت زدہ ذہن اور اہل مغرب کو سزائے موت پر کوئی اعتراض نہیں؟

پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں یہاں تک کہا کہ یہودیوں، عیسائیوں اور حکومت کو موت کی سزا پر کوئی اختلاف نہیں، انہیں صرف پروسیجر لاء پر اختلاف ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

''یہ جو دوسرا حصہ ہے جس بندے کا قول اور کلمہ زیر بحث ہے جسکو مار دیا گیا، یا مختلف اقلیتیں بھی کئی بار اٹھتی ہیں احتجاج کرتی ہیں غیر مسلم اقلیتیں عیسائی ہندو وغیرہ وہ بھی کئی بار سوال اٹھاتے ہیں حکومت نے بھی کئی بار سوال اٹھایا ہے یہ ساری بحثیں ناموسِ رسالت کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے اس پر اختلاف نہیں ہے بنیادی طور پر............اصلاً اختلاف ناموسِ رسالت کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے اس پر اختلاف نہیں ہے''۔

......(dvd: 54:05 clip)......

ناظرین! اہل علم، دانشور اور عقل وشعور رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مغربیت زدہ ذہن قتل ہی کی سزا پر تو سیخ پا ہیں، کیونکہ وہ اس طرح کی سزا کو اظہارِ آزادیٔ رائے کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ یہود ونصاری کو سزائے موت پر کوئی اختلاف نہیں، امت مسلمہ کو دھوکہ، مغربیت زدہ ذہن کی حمایت

اور اہل مغرب کے ناپاک عزائم کو تقویت دینے کے مترادف ہے۔ نیز ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان خود ان کے ۱۹۸۵ء میں تحریر کردہ مؤقف کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب لکھ چکے ہیں کہ:

> ''اسلام دشمن عناصر، مغربیت زدہ ذہن اور اہل مغرب نے ہمیشہ مسلمانانِ عالم کے اَذہان میں دینِ اسلام کے خلاف وساوس وتوہمات اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کی سعی لا حاصل ہر دور میں کی ہے''۔

مزید لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ حضور نبی اکرم (ﷺ) کی ذات اقدس پر نہ صرف حملے کئے بلکہ اسے وجہ نزاع ومخاصمت بھی بنایا اور آپ کی ذات مقدسہ کو مرکز محبت کی بجائے مرکز نفرت وحقارت بنانے کی لا حاصل سعی و کاوش بھی کی، ....اور آج اس سلسلے میں بنیاد پرستی (Fundamentalism) کے طعنے دیئے جا رہے ہیں۔ عقل وفکر سے عاری حکمران، نام نہاد دانشمند اپنے مفادات کے تحفظ وبقاء اور اپنے آقاؤں کی رضا وخوشنودی کے لئے اس کی صفائی اور اس ''اصطلاح'' سے پاکدامنی کے ثبوت فراہم کر رہے ہیں حالانکہ اس اصطلاح کی کچھ بھی حقیقت نہیں''۔ ....قرآن وسنت کی بیان کردہ ''قتلوا تقتیلا'' (گستاخ رسول کی سزا موت ہی ہے) کو بھی بنیاد پرستی قرار دے دیا گیا اور اسے اظہارِ آزادیٔ رائے کے خلاف سمجھا گیا''۔
>
> ''آج عالم مغرب آزادیٔ اظہار کے نام پر زبانوں کے سرکش گھوڑے

دوڑانے کا حامی صرف اس لئے ہے تاکہ وہ ذوات مقدسہ جو کسی قوم کی عقیدت ومحبت اور ایمان وعقیدے کا مرکز ومحور ہیں ان کے خلاف لکھا اور بولا جائے ان کی عزت وناموس، سیرت وکردار پر حملہ کیا جائے اور ان کی کردارکشی کی جائے''۔

آج اگر مغربی دنیا (Western world) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت وناموس کے حوالے سے بے غیرت وبے حمیت ہوگئی ہے تو لاکھ مرتبہ ہوتی پھرے اور یہ اپنے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (جو کہ ہمارے بھی نبی ہیں) کے خلاف زبان درازی کو گوارا کر رہی ہے اور اس بے غیرتی کو آزادیٔ رائے کا نام دے رہی ہے۔ آزادی کے نام پر ایسی بے غیرتی وبے حمیتی امریکہ اور مغربی دنیا کو ہی سلامت رہے، امت مصطفوی (ﷺ) اپنے نبی (ﷺ) کی عزت وناموس کے حوالے سے آج تک بے غیرت وبے حمیت ہوئی ہے نہ آئندہ کبھی ہوسکتی ہے۔ ہم آزادیٔ رائے کے نام پر اس بے غیرتی وبے ضمیری پر لعنت بھیجتے ہیں اور اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتے''۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، ص 355-357 ملتقطاً)

آگے لکھتے ہیں:

''وہ ذات جو تمام انسانوں کی سردار ہے اس ذات کی عزت وحرمت، تقدس واحترام کے تحفظ کیلئے بنائے گئے سزائے موت کے قانون پر امریکہ ومغربی دنیا اور ان کے حواری وایجنٹ کیوں سیخ پا ہیں اور ان کی انگشت اعتراض کس وجہ سے بلند ہو رہی ہے۔ درحقیقت ان کی یہ کھلی منافقت اور

تضاد بیانی کی اجلی وشفاف تصویر ہے جس سے ان کا اصل چہرہ بے نقاب ہورہا ہے''۔ (تحفظ ناموسِ رسالت،ص359)

ناظرین! ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کے اس (سابقہ) تحریر کردہ مؤقف سے درج ذیل امور بالکل واضح ہیں:

ا......اسلام دشمن عناصر، اہل مغرب نبی کریم (ﷺ) کی ذات اقدس پر بالواسطہ یا بلاواسطہ حملے کرتے رہے ہیں۔

۲......آزادیٔ رائے کے نام پر مقدس ہستیوں کے خلاف بولنا ولکھنا، ان کی عزت وناموس، سیرت وکردار پر حملے کرنا، اہلِ مغرب کی بے غیرتی اور بے حمیتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۳......توہینِ رسالت پر سزاءِ موت کو اظہارِ آزادیٔ رائے کے خلاف قرار دینا، عالم مغرب کا دوغلا پن اور منافقت شعاری ہے۔

۴......اپنے مفادات کے تحفظ اور بقاء کی خاطر حکمران اور نام نہاد دانشمند، اہلِ مغرب کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔

۵......نیز امریکہ، مغربی دنیا اور انکے ایجنٹ توہینِ رسالت کی سزائے موت پر ہی سیخ پا ہیں۔ اور درحقیقت ان کی یہ کھلی منافقت اور تضاد بیانی کی اجلی اور شفاف تصویر ہے۔

لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ یہود و نصاریٰ اور حکومت کو سزاءِ موت پر کوئی اختلاف نہیں، بلکہ انہیں پروسیجر لاء پر اختلاف ہے، اپنے ہی سابقہ تحریر کردہ مؤقف سے انحراف اور روگردانی کا بین ثبوت ہے۔

مضحکہ خیز تضاد بیانی

نیز ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ یہود نصاری اور حکومت کو پروسیجر لاء پر اختلاف ہے، انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب اپنے خطاب میں یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ یہ پروسیجر لاء انگریز کا بنایا ہوا قانون ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ انگریز کو اپنے ہی بنائے ہوئے قانون پر اعتراض ہے!!! چنانچہ کہتے ہیں:

''یہ طریقِ کار (پروسیجر لاء) سارا انگریزوں کا بنایا ہوا قانون ہے۔ یہ بھی سن لیں! یہ دوسو ڈیڑھ سو سال پہلے کا چلا آرہا ہے قانون۔ یہ فقہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کا قانون نہیں ہے۔ کرمنل پروسیجر کورٹ اور ضابطہ جاتی۔ سن لیں! یہ شریعت کا بنایا ہوا قانون نہیں۔ یہ انگریزوں نے بنایا تھا ہندوستان کا وہی چلا آرہا ہے آج تک''۔ (dvd: 1:00:30 clip)

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انہیں پروسیجر لاء پر اختلاف نہیں بلکہ سزاءِ موت ہی پر اختلاف ہے اور انگریز کے بنائے ہوئے انسانی حقوق کے خلاف اس پروسیجر لاء کی آڑ میں یہود و نصاری اور اہلِ مغرب سزاءِ موت کو ہی ختم کرنا چاہتے ہیں جو کہ انکے دوغلا پن اور منافقت شعاری کا کھلا ثبوت ہے۔

اور بقول ڈاکٹر صاحب ''عقل وفکر سے عاری حکمران، نام نہاد دانشمند اپنے مفادات کے تحفظ وبقاء اور اپنے آقاؤں کی رضا وخوشنودی کے لئے اس کی صفائی اور اس ''اصطلاح'' سے پاکدامنی کے ثبوت فراہم کررہے ہیں'' گورنر پنجاب کا درج ذیل انٹرویو ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ قول کی عکاسی کررہا ہے، ملاحظہ ہو گورنر کا یہ بیان

جس میں ان سے ناموسِ رسالت قانون میں ترمیم کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا:

”دیکھیں ہم آگے جا رہے ہیں Enhancement کیلئے یورپین کمیونٹی کے آگے اور وہ انسانی حقوق کو بھی دیکھتے ہیں 2014 میں ہم جا رہے ہیں Complete Member Ship کیلئے Economic Entry کیلئے اس کیلئے بھی وہ نظرِ ثانی کر رہے ہیں اس طرح کے قوانین جو ہیں پاکستان کیلئے اچھے نہیں ثابت ہونگے۔

(Views of Salman Taseer Over Blasphemy Law.mp4 - YouTube.flv)

گورنر کے اس بیان سے واضح ہے کہ موجودہ نااہل حکمران اپنے مفادات کے تحفظ، دنیاوی مال و دولت اور یورپی مراعات کے حصول کیلئے اس سزا کو انسانی حقوق کے خلاف قرار دے کر اپنی پاکدامنی کے ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

(۴)
غازی ممتاز قادری کی کردار کشی

ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب نے جس طرح سلمان تاثیر کے مؤقف کو چھپانے کی کوشش کی، اسی طرح غازی ممتاز حسین قادری کے کردار کو بھی مسخ کرنے کی سعی لاحاصل سے کام لیا۔ چنانچہ 25 ستمبر 2011ء کو Ary News کے پروگرام Q&A میں PJ Mir کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

''سلمان تاثیر......جس شخص نے اس کو مارا What ever was the background وہ شخص قاتل ہے۔ اُس کو قاتل ہونے کی حیثیت سے سزا ملنی چاہیے۔ گورنر سلمان تاثیر نے اگر کوئی جملہ ایسا بولا جس پر مَیں Comment نہیں کرسکتا۔ یہ چیزیں تحقیق طلب ہوتی ہیں۔ جو گستاخیٔ رسول پر جا کے منتج ہوتا ہے۔ Even Then کسی ایک Civilian اور Individual کو قتل کرنے کی اجازت نہیں، اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اگر وہ Law اپنے ہاتھ میں لے کے قتل کرے گا، وہ قاتل تصور کیا جائے گا۔ اُس کی سزا موت ہے''۔

اس کے بعد سلمان تاثیر کے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

''جہاں تک مَیں نے اُس کے Statement کو دیکھا تھا جو کچھ TV یا اخبارات کے ذریعے میرے Knowledge میں آیا وہ سارا Statement بحیثیت اسلام کے ایک طالب علم کے مَیں اگر پڑھوں تو وہ

Technically Speaking جس کو گستاخیٔ رسول اور اہانت رسول کہتے ہیں جس پر سزا موت ہوتی ہے، اُس کی Definition میں نہیں آتا وہ Statement آپ اُس کو غلط کہہ سکتے ہیں، وہ Statement غلط تھی، Uncalled for تھی، ایک Confused mind کا Outcome ہے اور گورنر کی حیثیت سے اُس کا مرتبہ اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ کہے، ناجائز بات کہی، غلط کہی، مگر Technically Speaking اہانت رسول کی Definition میں نہیں آتا۔ <u>مَیں کہہ رہا ہوں اگر وہ آتا بھی ہو</u> **<u>Even then یہ Court of Law کی ذمہ داری ہے کہ وہ Trail کرے اور سزا بنتی ہے تو شہادتوں کے ساتھ دے۔ Individual کا Right نہیں ہے۔''</u>**

ناظرین! ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اگر کوئی شخص واقعی گستاخیٔ رسول کا مرتکب ہو، تب بھی کسی Civilian کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ خود اس گستاخ کو قتل کرے۔ اگر قتل کرے گا تو وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا''۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان خود ان کے اپنے سابقہ <u>۱۹۸۵ء</u> میں تحریر کردہ مؤقف کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ لکھ چکے ہیں کہ کسی امتی یا اسلامی ریاست کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ گستاخِ رسول کو معاف کرتا پھرے۔ بلکہ اس طرح کرنے سے اس کا اپنا ایمان ضائع ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بارے میں ڈاکٹر صاحب کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''کوئی فرد بشر سرور کائنات حضور نبی کریم (ﷺ) کی اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرے، اس فعل کا کسی بھی <u>امتی یا اسلامی ریاست</u> کو پتہ چل جائے

اور وہ بغیر قیامِ حد کے اسے معاف کر دے تو یہ حسن خلق ہرگز نہ ہوگا بلکہ از روئے شرع یہ عمل بے حمیتی اور بے غیرتی متصور ہوگا کیونکہ نبی کریم (ﷺ) کی عزت وحرمت، عظمت وتقدس اور ادب و احترام کی محافظت و پاسبانی امت مسلمہ کی دینی وایمانی ذمہ داری میں شامل ہے۔

علاوہ ازیں حضور نبی کریم (ﷺ) نے اگر کسی کو بذات خود معاف فرما بھی دیا تو یہ آپ (ﷺ) کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ اسے معاف کرنے کا آپ (ﷺ) کو بذات خود تو اختیار حاصل ہے لیکن ایک امتی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کوئی گستاخ و بے ادب حضور (ﷺ) کی اہانت وتنقیص کرے تو امتی حضور (ﷺ) کے حقِّ خاص میں از خود تصرف کرتے ہوئے اسے معاف کرتا پھرے اور اس سے درگذر کرے، **امت کیلئے یہ کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے سے اس کا اپنا ایمان بھی ضائع ہوجائے گا**''۔(تحفظ ناموسِ رسالت،ص199-198)

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے چند احادیث اس بارے میں ذکر کیں کہ اگر کوئی Civilian عام شخص بھی گستاخِ رسول کو قتل کر دے تو اس قاتل پر کوئی قصاص، دیت یا تعزیر ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''ایک نابینا صحابی کی ام ولد تھی جو حضور (ﷺ) کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی اور اہانت وتنقیص کا ارتکاب کرتی، سب وشتم، ہجو وہرزہ سرائی بھی کیا کرتی تھی۔ نابینا صحابی اس لونڈی کے آقا و مولیٰ ہونے کے ناطے اسے گستاخی و بے ادبی سے منع کرتے، ڈانٹتے، جھڑکتے لیکن وہ اس

خباثت سے باز نہ آتی بلکہ ہٹ دھرمی اور ضدی پن کا مظاہرہ کرتی تھی۔ کسی بھی صورت گستاخی کی روش ترک کرنے پر آمادہ نہ تھی۔ حسبِ معمول اس نے ایک شب شانِ رسالتمآب (ﷺ) میں بے ادبی و گستاخی، تنقیص وتوہین کا آغاز کیا اور برا بھلا بھی کہا۔ صحابی رسول رضی اللہ عنہ کی غیرت وحمیت شان رسالتمآب (ﷺ) میں یہ گستاخی برداشت نہ کر سکی، چھرا اُٹھایا اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ یوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا قصہ ہی تمام کر دیا۔ جب صبح ہوئی بارگاہِ مصطفوی (ﷺ) میں اس کے قتل کا ذکر ہوا، آقائے دوجہاں (ﷺ) نے سب لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے یہ کام کیا ہے میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں اور اپنے حق کی جو میرا اس پر ہے، وہ کھڑا ہو جائے (اور اقرار کرے کہ میں نے یہ کام کیا ہے) یہ سن کر وہی نابینا صحابی کھڑا ہوا، لوگوں کو پھاندتا اور لرزتا ہوا آیا یہاں تک کہ آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) میں اس لونڈی کا قاتل ہوں وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی، آپ کی ہجو کرتی تھی میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آئی، جھڑکتا تھا پھر بھی نہ مانی، اس کے پیٹ سے موتیوں جیسے دو میرے بیٹے ہیں، وہ میری رفیقۂ حیات تھی گذشتہ رات وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگی اور ہجو کرنے لگی تو میں نے چھرا اس کے پیٹ پر رکھا، زور سے دبایا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا گواہ ہو جاؤ اس کا خون رائیگاں گیا (یعنی

اس کے قاتل سے قصاص و دیت کچھ بھی نہ لیا جائے گا۔)''۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، ص 242-240)

اسی طرح ڈاکٹر صاحب آگے لکھتے ہیں:

''آقائے دوجہاں (ﷺ) کی بے ادبی و گستاخی، اہانت و تنقیص کا مرتکب خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ اس بے ادب و گستاخ کے قاتل پر قصاص و دیت اور تعزیر کچھ بھی نہ ہوگا کیونکہ وہ حداً مارا جا رہا ہے۔ **یہ بات مسلّمہ ہے جو حدِّ الٰہی کے قیام سے مارا گیا اس کے خون پر قصاص و دیت کچھ بھی لازم نہیں**، اس کا خون باطل و رائیگاں جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک یہودیہ حضور (ﷺ) کی بے ادبی و گستاخی اور آپ (ﷺ) کی شان میں ہجو اور طعن کرتی تھی۔ بنابریں ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا''۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، ص 242)

اسی طرح ڈاکٹر صاحب سلمان رشدی ملعون کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وہ بدبخت سلمان رشدی جو اس دنیا کے نہیں بلکہ اس پوری کائنات کے مقتدر اعلیٰ کی عزت و ناموس پر حملہ کرے اور ان کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی کرے اور زبان درازی کی جسارت بھی کرے تو ایسے شیطان صفت کو عالَم مغرب نہ صرف پال رہا ہے بلکہ اس کا تحفظ و دفاع بھی کر رہا ہے، ایسا کیوں؟ یہ عالَم مغرب کا دوغلا پن اور دوہرا کردار ہی تو ہے۔ ہم

کبھی بھی اسے گوارا نہیں کر سکتے۔ ہر مسلمان اس دریدہ دہن کے قتل کے درپے ہے اور رہے گا اور ہم اس کے قتل کے فتوے کے حامی ہیں اور مرتے دم تک رہیں گے۔ ہمارے نزدیک جو کوئی بھی سرورِ کون ومکاں (ﷺ) کی عزت وحرمت کے خلاف زبان درازی کرے وہ واجب القتل ہی ہے۔

مختصر یہ کہ وہ امت جس کی غیرت وحمیت نے اپنے نبی کی شان اقدس میں گستاخی وبے ادبی، توہین وتحقیر اور استخفاف وتنقیص کے مرتکب گستاخ کا زندہ رہنا گوارا کرلیا، اللہ کی عزت کی قسم، خدا کی غیرت اس امت کا حمیت وغیرت اور عزت کے ساتھ جینا گوارا نہیں کرے گی۔ ایسی امت کو ذلیل ورسوا کر دیا جائے گا۔ امت کا عزت وغیرت اور حمیت و وقار کے ساتھ جینا اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے نبی (ﷺ) کی عزت وحرمت، عظمت وتقدس اور ادب واحترام پر نہ صرف مر مٹے بلکہ اپنے تن، من، دھن کی بازی لگا کر اپنے ایمان کی بقاء اور تحفظ کا سامان بھی کرے"۔

(تحفظ ناموسِ رسالت، ص360-361)

لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا موجودہ بیان کہ گستاخِ رسول کو کوئی عام شخص قتل کر دے تو اسکے قاتل کو سزا دی جائے گی، انکے اپنے تحریر کردہ مؤقف سے انحراف اور پیش کردہ احادیث کے بھی خلاف ہے۔